ہماری اماں

از

رفعت سراج

ہئی ہئی حرام خور یہ کیا کیا؟ اماں بری طرح چنگھاڑیں۔

خود ہی تو کہا تھا، ہاں نہیں تو۔ اس نے زردے کے رنگ میں ابالے چاول سفید دوپٹے پر ڈالتے ہو بسور کر کہا۔

اری نامراد سفید دوپٹے پر کس نے کہا تھا، میں نے تو پیلے دوپٹے پر ڈالنے کو کہا تھا۔ کمبخت نے سارا دوپٹہ خراب کر دیا۔ حرام خور کا دیدہ ہو کام میں تو کرے بھی۔ اماں نے بیبھاؤ کی سنائیں۔

جبھی تو کہہ رہی ہوں کہ شیخ صاحب کی بیگم جیسی پاسی نچوڑنے کی اسٹیل کی چھلنی منگالو۔ اس نے بھی منہ بنا کر کہا۔

گونر (گورنر) لگ رہا ہے تیرا باپ کہیں کا۔ بیٹھے بٹھا باتیں ہی سوجھتی ہیں۔ چل ہٹ دفع ہو، کرواؤ مہرانی سے کوئی کام۔ لونڈیا بھی دی تو ایسی، اس سے اچھا نہ ہی دیتا خدا۔ حرام خور پر چیخ پکار کرتے حلق بیٹھ جاتا ہے۔ ایسی اولاد سے تو بے اولا دہی بہتر تھے۔

اپنے ہی کرتوت ہیں۔ ہم نے تو ہاتھ نہیں جوڑے تھے۔ اس سڑے سے گھر میں آنے کے لئے۔

وہ آگ بگولہ سی نل سے ہاتھ دھوتے ہو بولی مگر اس سے پیشتر کہ سلسلہ گفتگو جاری رہتا۔ دھپ دھپ اماں نے دو ہتڑ اس کی پیٹھ پر مارے۔ اس کا سر گھٹنوں میں چلا گیا۔ مضبوطی سے نل تھامے وہ پٹتی رہی۔

بول حرافہ اتی زبان چل گئی ہے۔ کل کی لونڈیا منہ کو آرہی ہے۔

اے اماں چھوڑو بھی، تم بھی جوان لڑکی پر ہاتھ اٹھاتی ہو۔ بھابی نے منے کو خاص کام کے لیے سینے سے لگا کر آنچل سے چھپاتے ہو کہا۔

اے۔۔۔ل۔۔لو دیکھو تو ذرا، کہہ رہی ہے، اپنے ہی کرتوت ہیں بیشرم۔۔۔ قطامہ۔۔۔ نہیں تو۔ اماں بری طرح ہانپ رہی تھیں۔

محلوں کے خواب دیکھے ہیں، یہ آج کی لونڈیاں۔

اے بہن دیکھو کس بری طرح پٹتی ہے، مگر کلمہ ماں کا پڑھے گی، بھولے سے ماں کی برائی نہیں کرتی، کوئی کردے تو ہتھے سے اکھڑ جاتی ہے۔ اماں کہتی ہیں۔ اماں بولتی ہیں۔ اماں۔۔۔ اماں۔۔۔ اماں۔ نور خان کی بیوی دیوار سے اترتے ہو اپنی جٹھانی سے بولی۔

اے بھابی ایسے نہیں۔۔۔ اماں کہتی ہیں کہ بچے کو کلائی سے پکڑ کر نہیں اٹھانا چاہیے، ہاتھ اتر جاتا ہے۔

اس نے باورچی خانے کے ریک میں دھلے ہو برتن سجاتے ہو کہا کہ بھابی اپنے منے کے ہاتھوں میں اپنی انگلیاں دے کر اٹھانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

اے ہاں بی فہم و فراست کا جنم تو تمہاری اماں کے ہاں ہی ہوا ہے، ورنہ تمہاری اماں سے پہلے تو دنیا بغیر دماغ کی کھوکھلی کھوپریاں لیے پھرتی تھی۔ بھابی نے جل کر سوچا۔

اے ہاں جو کام بھی کرو یہ بنو ضرور بول دیں گی کہ اماں یوں کہتی ہیں، اماں یہ کہتی ہیں، ساس

سے بھی بڑھ کر ہیں یہ تو۔ بھابی نے پیشانی پر بل ڈال کر اس کی پشت کو گھورا۔ واقعی انہیں اس کی روک ٹوک زہر لگتی تھی۔ اماں نے بھی تو پہاڑ سینے پر رکھا ہوا ہے۔ یہ نہیں کہ کہیں چلتا کر دیں۔

نام تو ان کا انجم آرا تھا۔ جو پہلے نجمو۔۔۔ نجی، اب نجو پر ٹھہر گیا تھا۔ کھری باتیں کہنے کا شوق، جھوٹ سے نفرت، بچوں سے چڑ، گندگی سے چڑ، ہانڈی پکا لیں گی روٹی پکانے پر کوفت کا احساس کپڑا مار کر فرق چمکانا دل پسند مشغلہ، کپڑے دھونے سے الرجی، بال بڑھانے کا شوق، سنگھار پٹار سے بے نیاز، ان سب خوبیوں خامیوں کا مرقع تھی نجو کی شخصیت۔ ویں جماعت میں آئیں تو کہیں سیلکیروں کے بھید کی کتاب مل گئی۔ بس جہاں اور جب موقع ملتا لڑکیوں کا ایک جم غفیر ان کے پیچھے ہو لیتا۔ بڑے اشتیاق سے ڈھیروں ہاتھ بڑھتے۔ پہلے ہمارا انجم۔۔۔

انجم آراء میری کلاس شروع ہونے والی ہے پہلے میرا۔

اللہ بھئی، چپ کرو۔ اگر ہیڈ مس نے دیکھ لیا سب دھر لی جائیں گی۔

ایک روز میٹرک کی شروع کی کلاسز تھیں، لڑکیاں انجم آراء کو گھیر کر بیٹھ گئیں۔

ہمارا ہاتھ دیکھو نجم۔

نہیں بھئی، اب ہم نہیں دیکھیں گے۔

کیوں؟ لڑکیوں کی گھبرائی ہوئی آوازیں ابھریں۔

بھئی، کل ہماری اماں نے سنا تو بہت ناراض ہوئیں۔

کیا کہہ رہی تھیں تمہاری اماں؟ لڑکیاں چیخیں۔

اماں کہہ رہی تھیں، ہاتھ دیکھنے اور دکھانے والے کی چالیس روز تک دعا قبول نہیں ہوتی۔ گناہ الگ ہوتا ہے۔ انہوں نے رسانیت سے کہا۔

اور پھر انجم آراء کو کسی کے بھی دلائل قائل نہ کر سکے۔ اماں کا فرمان جو ٹھہرا۔

☆

پڑوسن بھابی سے کہہ رہی تھیں۔ دلہن ہوا کا رخ دیکھنا چاہیے۔

ہاں خالہ اماں خود کہتی ہیں جس طرف ہوا ہو، اس طرف جھاڑو نہیں دینا چاہیے۔ سارا کوڑا کرکٹ لوٹ کر اوپر آتا ہے۔

بڑی معصومیت سے کہا گیا۔

بھابی نے مارے غصے کے دھپ دھپ کر کے منے کو سلانا چاہا۔ پڑوسن بی کی ہنسی چھوٹ گئی اور بھابی کو بھی بادل نخواستہ مسکرانا پڑا۔۔۔ مگر اپنی بات کاری ایکشن دیکھنے کی فرصت کسے تھی۔ سٹر پٹر فرش دھویا جا رہا تھا۔

انجم آراء بڑے انہماک سے گاؤ تکیے کو گول کرنے کے لیے زور زور سے دبا رہی تھیں کہ ان کی سہیلی راشدہ وارد ہو گئیں۔

ہانجو جتنا دم خم اس تکیے پر لگا رہی ہے، کسی انسان کی مالش پر لگاتی تو تمام عمر دعا ہی دیتا۔

آؤ، بیٹھو راشدہ دراصل اماں کہتی ہیں کہ چیچکے ہو گاؤ تکیے پھوہڑوں کے گھر میں ہوتے ہیں۔

اے ہاں، یہ بھائی میاں نہ جانے کیسے بیٹھتے ہیں بالکل چپاتی بنا دیتے ہیں اور سناؤ کیسے آئیں؟

انہوں نے روانی سے کہا تو راشدہ مسکرا دی۔

تو یہ نجو تیری زبان تو بہت چلنے لگی ہے۔

ہاں۔ اماں بھی یہی کہتی ہیں۔ نجو افسردگی سے بولیں۔

میٹرک کرنے کے بعد تو انجم آراء کو گھر میں ٹکنا دوبھر ہو گیا تھا۔ اماں چیختی رہتیں۔

اری نامراد یہ شرفاء کی لونڈیوں کے لچھن ہیں۔ کبھی اس دروازے جھانک کبھی اس دروازے جھانک۔

اماں تمہارا تو مطلب یہ ہے کہ گونڈا لگا کر کسی کونے میں چپک جائیں۔ انجم آراء کو تاؤ آ جاتا (حالانکہ بعد میں بڑی جز بز ہوتیں اپنی تنگ مزاجی پر)

اے لوگز بھر کی لونڈیا کیسی منہ کو آتی ہے۔ اماں بری طرح مشتعل ہو جاتیں۔

کوئی گز بھر وز بھر کی نہیں ہوں، بلکہ دو انچ بڑی ہی ہوں آپ سے۔ (لو بھئی خواہ مخواہ گز بھر کی کہلائیں یہ کوہ قامت لے کر بھی)

ایل۔۔۔ لو سمجھا کوئی انہیں، جو خود ہماری اماں بن رہی ہیں۔

اماں بڑبڑائیں۔ کہاں تک مار مار کر محلے میں تماشا بنوائیں دس جماعتیں پڑھ کر حواسوں میں نہیں رہی۔ آخر کار بھابی بیچاری خاموش کراتیں۔

بھابی ریڈیو کم بجایا کرو۔ اماں کہہ رہی تھیں جہاں چوبیں گھنٹے گانا بجانا ہو وہاں خدا کی رحمتیں نازل نہیں ہوتیں۔

انجم آراء جھٹ چیختے ریڈیو کا کان مروڑ دیتیں۔ تب بھابی دوبارہ ریڈیو کھولتے ہوئے کہتیں۔

بس بی بی ہم بیرحمت ہی بھلے۔ تمہیں مبارک ہوں یہ رحمتیں۔ تمہارے کمرے ہی میں برسے خدا کی رحمت۔

آخر برداشت کی بھی حد ہوتی ہے۔ جو کام کرو یہ بیگم ملک کرا جائیں گی وعظ کرنے۔ اور تب انجم اراء دل ہی دل میں بھابی پر کفر کا فتوی دائر کر دیتیں اور کان پکڑتی ہوئی باہر نکل جاتیں۔ خدا کی رحمت سے منہ موڑنے والا کافر نہیں تو اور کیا ہے۔ وہ پورا یقین کر لینا چاہتیں کہ وہ صحیح راستے پر ہی ہیں۔

☆

اے اماں بی تم ذرمرزا صاحب کے ہاں تو جاؤ اور ان کے بیٹے کی بھی ویسی ہی ستائی کرو جیسی میری کرتی ہو۔

کیوں کیا ہو گیا؟ اماں نے کڑک کر پوچھا مگر نجو پر ذرا جو اثر ہوا ہو۔

ان کا لڑکا جاوید ہے نا، آج میں نجو کے گھر سے آ رہی تھی تو شعر پڑھ رہا تھا۔

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا۔

نجو نے لہک لہک کر مگن سنجیدگی سے شعر سنایا تو جاول بینتی بھابی توبہ توبہ کرنے لگیں۔

کتنی بار پڑھا ہے، اس نے کہ تجھے حفظ ہو گیا؟ اماں نے مشتبہ اور خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔

لو بھلا اتا سا تو شعر ہے، یہ تو مجھے پہلے سے آتا تھا اور ہاں گانا بھی گا رہا تھا۔

جوانی کی راتیں میری توبہ۔ توبہ

آگے کا نہ جانے کیا ہوگا؟

ہے ہے کمبخت تیرا ستیاناس چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جا، اسی مارے کہتی تھی کہ گھر میں دیدہ ٹکا۔

گیت کے بول سن کر تو اماں ہتھے سے اکھڑ گئیں۔ اماں نے مرزا صاحب کے گھر جانے کو قدم بڑھا تو بھابی سامنے آ گئیں۔

ارے اماں بی سوچو تو ذرا، بدنامی کس کی ہے کتنی مشہور ہو گی یہ بات۔ بھابی نے سمجھایا تو اماں ٹھنڈی پڑیں مگر نجو کا مار مار کر بھرکس نکال دیا۔

اور جا حرام خور قطامہ جا اور جا، پوری حرفوں کی بنی ہوئی ہے۔

توبہ ایسی بھی لڑکی کہیں دیکھی نہ سنی، پوری داستان من و عن دہراتی جا گی، چاہے قیمہ کیوں نہ بن جا صرف یہ کہہ دیتی کہ لڑکے نے مجھے چھیڑا ہے کمبخت کو بھی مزہ آتا ہے سنانے میں۔ بھابی نے دونوں کو ہٹاتے ہو سوچا۔

میں تو جس دن سے آئی ہوں ان ہی کے جھگڑے نمٹانے میں لگ گئی۔ اب انہیں خود پر ترس آیا۔

اے بی بی یہی قصہ اپنے ابا اور بھاغی میاں کو سنانے نہ بیٹھ جانا، کچھ حیا بھی کر لیا کرو۔ بھابی کے لہجے میں نہ چاہتے ہو بھی تلخی آ گئی۔ تب بھابی نے اماں کو سمجھایا کہ حالات کا تقاضا یہی ہے کہ نجم آرا کے ہاتھ پیلے کر دیے جائیں۔

اور پھر اماں کے بھائی اختر کے دوست کے بیٹے کا پیغام آیا اور بھائی میاں نے تمام چھان بین کی اماں اور بھابی نے بالا ہی بالا سب کچھ کر لیا۔ نجم آرا تو اب مکمل طور پر مقید ہو گئی تھیں۔ کڑھائی سلائی کے سینٹر سے بھی اٹھا لیا گیا تھا۔ تب یہ سب دیکھ کر نجو خوب پھپھک پھپھک کر روئیں۔ اماں سے لڑیں۔ تب اماں نے نفرت سے کہا اور کچھ سنوانا ہوگا ابھی۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ رجب کے چاند ان کی شادی ہے تو سب سے زیادہ خوشی انہیں یہ سوچ کر ہوئی کہ چلو آزادی سے تو گھوم پھر سکوں گی اور پھر یہ گزرتے دن انہیں بڑے طرب انگیز لگے۔ انجو نے کبھی یہ جاننے کی خواہش ہی نہ کی ان کا ہونے والا شوہر کیسا ہے؟ کیا کام کرتا ہے؟ تعلیم کتنی ہے؟ ان کے لیے تو آزادی ہی بہت بری نعمت تھی۔

بھابی یوں مسرور تھیں کہ اس روک ٹوک سے تو کان نہیں پکیں گے کہ اماں یوں کہتی ہیں، یہ کہہ رہی تھیں اماں اور پھر ایک روز ان کی چھوٹی نند آئی اپنے بھائی کے بارے میں خوب باتیں

بتائیں اور سرگوشی میں بولی۔ آپ کہیں تو تصویر دکھاؤں؟

اس نے چھوٹا سا پرس کھولا تو انجو نے آنکھوں پر ہاتھ دھرتے ہو کہا۔

اماں کہتی ہیں منگیتروں کی تصویریں دیکھنا اور دکھانا بری بیجیائی ہے۔

(جب اپنا ہے ہی تو کیوں نہ مجسم دیکھیں نہ کہ ندیدوں کی طرح تصویریں دیکھیں 9 اور جب ان کی نند نے ان کی تصویر مانگی تو انہوں نے بتایا کہ ان کی تو تصویر پڑ ہی نہیں اتریں اسکول کے زمانے میں جو کھینچی تھیں، وہ تمہارے کس کام کی حالانکہ یہ بات سچی تھی مگر اسے جھوٹ سمجھا گیا۔

ہا کمبخت کتنی حسین لگ رہی ہے۔ ایک لڑکی نے دلہن دیکھ کر کہا تو نجم آرا نے ٹہوکا مار کر راشدہ سے کہا۔

اماں کہتی ہیں، ہا کہنے سے نظر لگ جاتی ہے۔ اس لڑکی کو بتاؤ کہ ہا نہیں کہتے۔

تب راشدہ نے جھنجھلا کر ان کے کان میں کہا۔

مانا کہ تو حکمت کی پٹاری ہے۔ مگر آج تو اپنی وبان بند رکھ۔ (چاہے نظر لگ جا)

جو لڑکیاں شادی سے پہلے سنگھار نہیں کرتیں ان پر یونہی پھبن آتی ہے ماشاءاللہ۔

کوئی بزرگ خاتون بولیں۔

خوش راشدہ نے سرگوشی کی۔

السلام علیکم نوشہ میاں نے ہزاروں تمنائیں سلام میں سمو کر کہا۔

وعلیکم السلام ایک نقرئی گونج کمرے کی فضا میں ابھری تو نوشہ میاں کو شاک سا لگا، ان کا خیال تھا، یہ حسین دلہن (بقول بہنوں کے) دایاں ہاتھ پیشانی تک لے جا کر جواب دے گی۔

ماشاءاللہ کافی مہارت ہے جوبا سلامتی بھیجنے میں۔

اماں کہتی ہیں سلام کا جواب ضرور دینا چاہیے۔ (اس بار آواز بہت دھیمی تھی۔) دلہن صاحب گھونگھٹ کی اوٹ سے بولیں۔ نوشہ میاں کا دل دلہن کی طراری پر مکدر سا ہو گیا۔

گھونگھٹ اٹھایا تو مثل حور، پری تمثال حسینہ سامنے تھی، وہ تو سب کچھ بھول بھال کو وارفتگی سے بولے۔

ماشاءاللہ

اور زندگی میں پہلی مرتبہ نجم آراء کو ڈھیر سی شرم آئی۔ ایک نظر دیکھنے ہزار خواہش اور نوشہ میاں کے آنکھیں کھولنے کے ہزار اصرار کے باوجود بوجھل پلکیں نہ اٹھ سکیں۔

دوسری صبح وہ جھینپی جھینپی سی مسہری پر سر جھکا بیٹھی تھی۔ عورتوں اور لڑکیوں کا ایک جم غفیر کمرے میں داخل ہوا۔ طرح طرح کے نامعقول مذاق ہو۔ کوئی انہیں تھامے ہو غسل خانے تک لے گیا۔ کوئی دودھ جلیبیاں کھانے کے لیے اصرار کرنے لگا۔ نجم آراء کو یہ سب برا اچھا معلوم ہوا ورنہ اپنے گھر تو صبح ہی صبح اماں کی ڈانٹ کھانی پڑتی تھی۔ سارے گھر کو ناشتہ کرا کے خود ناشتہ کرتی تھیں۔ ہا کتنی قدر ہو رہی ہے۔ وہ تو ابھی تک نوشہ میاں کی باتوں مس یں سرشار تھیں جو انہوں نے چپکے چپکے ان کے کان میں کہی تھیں۔ نجم آراء کو یہ گھر جنت معلوم ہوا۔

اور جب ان کی نند نے اس کے بال سنواتے وقت اپنے بھائی کو مخاطب کر کے ان کے بالوں کی

تعریف کی تھی، وہ واقعی شرما گئی تھیں (حفاظت بھی تو کتنی کی ہے میں نے)
اور جب ان کے ہاں ننھے مہمان کی آمد ہوئی تو گھبرا سی گئیں۔ اللہ کتنی شرم آ گی جمال کو بتاتے، بس ان کی بھابی اور اماں کو معلوم تھا۔ جب ساس سے ہوتی ہوئی یہ بات جمال تک پہنچی اس نے شکوہ کیا کہ اس خوشخبری سے اسے کیوں محروم رکھا گیا۔ اور تب انہوں نے رخ موڑ کر دھیمے سے بتایا کہ اماں کہتی ہیں اپنے مرد سے بھی شرم کرنی چاہیے۔ لحاظ کرنا چاہیے۔

اس گھر میں واقعی نجم آراء کو بہت سی نعمتیں ملیں۔ ان کے گھر میں دو کمرے اور صحن کچا تھا۔ باورچی خانہ اتنا چھوٹا کہ دو کے بعد تیسرے کی گنجائش نہ نکل سکے۔ ایک بینڈ کا ریڈیو تھوڑا سا فرنیچر اور اماں کی گالیاں تھیں۔ برعکس اس گھر کے یہاں تو چار کمرے، پکا صحن، ٹی وی، وڈیو کیسٹ، دو صوفے، نواڑ کے پلنگ، دو مسہریاں صاف ستھرا گھر، آندھی طوفان سے محفوظ۔ وہ واقعی خوش تھیں۔

جمال گھر میں داخل ہوا تو منا بری طرح رو رہا تھا۔ اور نجم آراء ایک طرف بیٹھی بال بنا رہی تھیں۔

تم سے اٹھایا نہیں جاتا کس بری طرح رو رہا ہے؟ جمال نے خفگی سے کہا تو تڑ سے جواب۔

ہماری اماں (سسرال میں ہماری کا اضافہ ہوگیا تھا) کہتی ہیں گود کی عادت نہیں ڈالنا چاہیے بچوں کو، عادت خراب ہوتی ہے۔ اب ہما اور تاج (نندیں) تو کالج چلی جاتی ہیں، اماں بیمار ہیں، مجھے سینکڑوں کام کرنے ہوتے ہیں، کام کروں کہ ان لاٹ صاحب کو گود میں اٹھاؤں

جمال سے کوئی جواب نہ بن پڑا تا چار خود اٹھا لیا۔ مگر کچھ گرم گرم سا محسوس ہوا تو گھبرا کر دیکھا۔ ننھے میاں اپنے والد ماجد کی گود کو بطور بیت الخلاء استعمال کر چکے تھے۔ دور بیٹھی نجم آراء کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ دوڑ گئی، مگر جمال باقاعدہ خفا ہوگیا۔ اتنے صاف ستھرے کپڑے خراب ہو گئے اور نہانے کی حاجت پیش آ گئی جب کہ اس کا دل اس وقت صرف آرام کرنے کو چاہ رہا تھا۔ نجو نے منے کو گود میں لے لیا اور کپڑے تبدیل کر کے وہیں لٹا دیا۔ جمال کو کپڑے لا کر دیے اور اس کا خفا خفا سا موڈ دیکھ کر بولیں۔

اتی اتی سی باتوں پر خفا نہیں ہونا چاہیے۔ ہماری اماں کہتی ہیں، بچے پالنے کے لیے ماں باپ دونوں کو قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ جمال اسے دیکھ کر رہ گیا۔

تاج کے کالج میں فنکشن تھا۔ وہ نجم آراء کی سنگھار میز پر بیٹھی روز لگا رہی تھی۔

اے تاج بیگم کنواری لڑکیوں کو اتنا بننا سنورنا نہیں چاہیے۔ بیاہ پر نور نہیں آتا۔ ہماری اماں کہتی ہیں سارے چاؤ اور ارمان کنوارپن میں ہی نہیں نکال دینے چاہئیں۔ کچھ شادی کے بعد کے لیے بھی رکھ دینے چاہئیں۔

اوہ ہو ان کی اماں ہی جہان بھر سے نرالی ہو گئیں۔ ہمارے بھائی اور اماں تو کچھ نہیں کہتے۔ تاج جو اتنے انہماک سے بن سنور رہی تھی، بھابی کی ٹوک اسے بہت بری لگی۔

کبھی کبھار تو کرتے ہیں بھابی تاج نے خود پر قابو پا کر کہا۔

زہر چٹکی بھر کھاؤ یا مٹھی بھر۔ بات تو ایک ہی ہوتی ہے۔ نجم آراء نے بڑے تیکھے لہجے میں کہا۔

تاج کو ایک دم تاؤ آ گیا۔ فوراً کمرے سے چلی گئی۔

رات کو جمال نے کہا۔ انجم آراء کرنے دیا کرو سنگھار ہما اور تاج وغیرہ کو ہم بیجا روک ٹوک کریں گے تو ہمارے متعلق کیا احساسات لے کر یہ اپنے سسرال جائیں گی۔ آئندہ نہ کہنا۔

تب انجم آراء بھڑک اٹھیں۔

لو اپنا سمجھ کر کہہ دیا، کون سا گلیوں میں جاتی ہوں سمجھانے، کسی کی لڑکیوں کو۔ اپنوں کو ہی کہا جاتا ہے۔ میری تو کوئی قدر ہی نہیں۔ ہماری اماں کہتی ہیں بڑی بھابی ماں کی جگہ ہوتی ہے۔ توبہ توبہ بابا اتی چالاک لڑکیاں، بھائی سے شکایت کرتی ہیں۔ اے ہاں مجھے ہی کہہ دیتیں کہ بھابی مجھے آپ کی بات بری لگی تو میں کون سا کچا چبا جاتی۔ ہماری بھابی تو اتا اتا کہتی تھیں۔ کبھی بھول کر بھی ماں یا بھائی سے نہ کہا۔ توبہ توبہ۔

یہ کہتی ہوئی باہر نکل گئیں۔ جمال بھی پیچھے نکل گی۔ وہ سمجھا شاید وہ تاج سے لڑنے جا رہی ہے مگر وہ تو سیدھی باورچی خانے میں گھس گئی تھی۔ تب جمال بھی شرمندہ سا ہو گیا۔ ٹھیک تو کہہ رہی ہے انجم آراء۔ تاج کو برداشت کرنا چاہیے۔

پھر ایسا ہوا کہ ہما اور تاج کچھ بھی کہتی رہتیں وہ بالکل نوٹس نہ لیتا۔

اماں بچے کی مالش ایسے نہیں کرتے۔ تم نے تو منے کا پیٹ ہی دبا دیا۔ ہماری اماں کہتی ہیں۔۔۔

اے بس بی بی ہم نے بچے پالے ہی نہیں، بس تمہاری اماں نے ہی پالے ہیں۔ اے ہاں جب دیکھو ہماری اماں یوں کہتی ہیں۔ ہماری اماں یوں کہتی ہیں۔ اے ہاں ان کی اماں کا کہا نہ ہوا کسی ولی کا نعوذ باللہ قول ہو گیا۔

ایسے نہ کہو ہماری اماں کو انہوں نے تنگ کر کہا۔

اے ہاں بھابی تم ہماری چوٹی کو پہنچ جاؤ اور ہم تمہاری اماں کو کچھ نہ بولیں۔ جن کے اقوال زریں چلتے پھرتے چوبیس گھنٹے سنائی دیتے ہیں۔ تاج نے بات کاٹ کر کہا تو اماں نے تاج کو ڈانٹ دیا۔

خبردار تو چپ رہ، بڑی بھابی ہے۔

اے ہاں دلہن، تمہاری اماں نے جو باتیں کہی ہیں تمہارے لیے کہی ہیں ہمارے لیے نہیں۔ آئندہ ذرا دھیان رکھنا۔

جمال نے یہ سب کارروائی اپنی آنکھوں سے دیکھی اور تاج کے اقوال زریں کہنے پر اس کو ہنسی بھی آئی تھی۔ انجم آراء ایک دم سے اندر آئیں اور دھپ سے پلنگ پر گر کر رونے لگیں۔ جمال بری طرح گھبرا گیا۔

کیا ہوا انجو رانی؟ مگر اس کا ہاتھ بڑی بیدردی سے جھٹک دیا گیا۔

کیا ہوا بھئی، بولو تو سہی۔

آپ کی اماں اور بہن نے اتی بےعزتی کی ہماری اماں کی۔ ہاں لو بھلا جب ہماری اماں کی کوئی عزت نہیں تو ہماری خاک ہو گی۔ روتے روتے کہا گیا۔

کوئی بے عزتی نہیں کی۔ اماں تو یونہی ناراض ہو گئیں کہ تم نے ان کی بات کاٹ کر دی تھی۔

بزرگ تو ایسی باتوں کا برا مانتے ہی ہیں۔۔۔ دیکھو وہ تو تمہیں اپنی بیٹی کی طرح سمجھتی ہیں۔۔

۔ٹھیک ہے، اگر تاج کی بات کا برا مانا ہے تو میں ڈانٹوں گا اسے۔۔۔

میں تو خود ہی اسے ڈانٹ دیتی، ایسی باتیں سناتی کہ۔۔۔ نہ بھولتی مگر ہماری اماں۔۔۔

ہاں ہاں کیا کہتی ہیں تمہاری اماں۔۔؟ جمال نے شرارت سے اس کے یوں رک جانے پر استفسار کیا تو اس نے منہ پھیر لیا۔

بتاؤ بھئی، کیا کہتی ہیں تمہانی اماں؟ وہ اس کا رخ اپنی طرف کرتا ہوا بولا۔

تب انجم آراء نے بڑے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

اپ کی کچھ نہیں لگتیں؟

اچھا بھئی، ہماری بھی اماں۔کیا کہتی ہیں وہ؟ وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔

کچھ نہیں۔انجم آراء کے چہرے پر دلکش مسکراہٹ پھیل گئی۔

اختتام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔TheEnd